# نقطہ ءنظر

## منیر سامیؔ

## بھارت ماتا کے ماتھے کا کلنک

مجھ جیسے کئی عمل پرست اور سماجی امور پر تبصرہ کرنے والے جو دنیا بھر میں جمہوری اقدار اور انسانی روایات کے فروغ کے خواہاں ہیں، اکثر اوقات ان معاملات میں بھارتی جمہوریت اور بھارت کے سیکولر نظام کی مثالیں پیش کرتے ہیں اور دنیا بھر میں بھارت کی بے مثال ترقی کی بات کرتے ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ بھارت کے عوام نے انگریز سے آزادی کے بعد اور اس سے قبل بھی اقوامَ عالم میں ایک نام اور مقام حاصل کر لیا تھا۔ کئی بھارتی اور بھارتی نژاد شہری اپنی محنت، اپنے نظریات، اور شعوری کوشش سے نوبل انعام بھی حاصل کر چکے ہیں۔ ان سطور کے لکھتے وقت ان کے نام یاد کر لینا ضروری ہیں۔ اس فہرست میں ٹیگور، سی وی رامن، ہر گوبند کھرانا، مدر ٹیریسا، چندر شیکھر، امرتیا سین، وی ایس نائپال، اور راما کرشنن جیسے مشاہیر کے نام شامل ہیں۔ جو لوگ ممتاز ماہرِ معاشیات ’’امرتیا سین‘‘ کے نام سے واقف ہیں وہ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ وہ ایک ایسے باضمیر انسان ہیں جو بھارت کی مثالی اقدار کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ بھارت کے معاشی اور سماجی نظام اور اس میں موجود عدم مساوات پر بے لاگ تنقید بھی کرتے رہے ہیں، اور اس کے نتیجہ میں ان پر سنگِ دشنام بھی اچھالے جاتے رہے ہیں۔

حال ہی میں ہونے والے اک دل خراش واقعہ نے بھارت کے دروازے پر پڑے اس ریشمی پردے کو ہٹا دیا ہے جس کے پیچھے بھارت کے سماج کے ان گنت داغ دھبے، اور ناسور، اور وہاں کی مجروح انسانیت چھپائی جاتی رہی ہے۔

آج بھارت ماتا کی بات کرتے ہوئے ہمیں سماجی شعور کے مثالی شاعر فیض کی یہ سطور یاد آ رہی ہیں:

ان گنت صدیوں کے تاریک بہیمانہ طلسم\
ریشم واطلس وکمخواب میں بنوائے ہوئے\
جا بجا بکتے ہوئے کوچہ و بازار میں جسم\
خاک میں لتھڑے ہوئے، خون میں نہلائے ہوئے\
لوٹ جاتی ہے ادھر کو بھی نظر کیا کیجئے\
اب بھی دلکش ہے ترا حسن مگر کیا کیجئے

جس واقعہ کے پس منظر میں ہم یہ سطور لکھ رہے وہ بھارت میں اک نوجوان لڑکی پر اجتماعی جنسی تشدد اور آبرو ریزی کا واقعہ ہے جس میں دلی کی ایک بس میں سوار نشہ میں دھت اوباشوں نے اس لڑکی پر جنسی حملہ کیا تھا اس کے ساتھی کو تشدد سے زخمی کیا تھا اور پھر دونوں کو برہنہ حالت میں بس سے باہر پھینک کر فرار ہو گئے تھے۔ یہ کسی معصومہ کے خلاف جبری جنسی تشدد اور آبرو ریزی کا پہلا واقعہ نہیں تھا۔ سنہ ۲۰۰۴ِ سے سنہ ۲۰۱۰ِ تک کے اعداد وشمار کے مطابق بھارت میں ہر سال اوسطاً آبرو ریزی کے اٹھارہ سے بائیس ہزار واقعات سرکاری طور پر درج کیئے جاتے ہیں۔ اس تعداد میں وہ سینکڑوں یا ہزاروں واقعات شامل نہیں ہیں جو خواتین اور ان کے اہلِ خاندان نام بدنام ہونے کے خوف سے منظرِ عام پر نہیں لاتے۔

پاکستان، مسلم معاشروں، اور اسی طرح کے دوسرے قدامت پرست ممالک کی روایت کے مطابق بھارت میں بھی آبرو ریزی کی شکار خواتین پر یہ رکیک الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ خود اپنی بے شرمی، اپنے غیر روایتی طور طریقوں، اور اپنی آزاد خیالی کی وجہہ سے جنسی حملوں اور آبرو ریزی کا شکار ہوتی ہیں۔ بھارت کی پولس بھی ایسے واقعات کے مقدمہ درج کرنے سے بچتی ہے اور مظلوموں کا ساتھ دینے کے بجائے خود ان کے ساتھ زیادتی کی مرتکب ہوتی ہے۔ بھارتی عورتوں کے ساتھ زیادتی صرف بھارت کی

حدود ہی میں محدود نہیں ہے، بلکہ غیر مما لک میں آباد بھارتی نو جوان خواتین کو اپنی آزاد خیالی اور اعلیٰ تعلیم کے باوجود قدامت پرست روایات اور الزامات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

موجودہ واقعہ کے بعد بھارت میں پہلی بار اس ضمن میں ایک شدید عوامی ردِ عمل سامنے آیا، اور حیران کن طور پر سیکولر اور جمہوری بھارت کے معزز سیاسی رہنما جن میں بھارت کے صدر، وہاں کے وزیرِ اعظم منموہن سنگھ، اور کانگریس پارٹی کی رہنما مانیکا گاندھی شامل ہیں کئی روز تک ساکت و جامد بیٹھے رہے اور انہوں نے اس مظلوم لڑکی اور اس کے خاندان کے ساتھ کسی ہمدردی کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ ان کی نظروں کے سامنے احتجاجی مظاہرین پر سخت تشدد ہوتا رہا۔ پھر حکومت نے اس مظلومہ کو ایک متنازعہ فیصلہ کے تحت علاج کے لیئے سنگاپور بھجوا دیا جہاں وہ جان بحق ہوگئی۔ اس کی وفات کے بعد بھارت کی حکومت نے ایک سرکاری طیارے میں اس کی لاش ہندوستان منگوائی اور وزیرِ اعظم اور سونیا گاندھی اس کی آخری رسوم میں شرکت کے لیئے گئے۔ بقول شخصے: بڑی دیر کی مہرباں آتے آتے۔

خبروں کے مطابق اس لڑکی کی آبروریزی کے چھ ملزمان پر سخت عوامی احتجاج کے نتیجہ میں قتل کے مقدمات قائم کیئے گئے ہیں اور موت کی سزا کا مطالبہ کیا گیا، اور انہوں نے اقرارِ جرم بھی کر لیا ہے۔ لیکن ضروری نہیں ہے کہ بھارت کے روایتی قانونی نظام کے تحت انہیں سزائیں بھی ہو جائیں۔ ہمیں یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ بھارت میں عموماً سزائے موت پر جلد عمل نہیں ہوتا۔

بھارت ماتا کے دروازے سے ریشمی پردہ سرکنے کے بعد یہ بھی نظر آیا ہے کہ وہاں خواتین پر جنسی تشدد اور آبروریزی نہ صرف روزمرہ کے واقعات ہیں بلکہ خود وہاں کی پارلیمنٹ کے اراکین پر بھی آبروریزی کے الزامات ہیں۔ بھارت کے موقر جریدہ ''وال اسٹریٹ جرنل'' میں شایع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق وہاں کی پارلیمان کے تقریباً ۱۶۲اراکین پر فوجداری کے مقدمات قائم ہیں جن میں آبروریزی کے الزامات بھی شامل ہیں۔ ایک اور اطلاع کے مطابق بھارت کی مختلف صوبائی مقنّنہ کے چھ اراکین پر آبروریزی کے اور چھتیس مقامی سیاست دانوں کے خلاف خواتین جنسی تشدد کے الزامات درج کیئے گئے ہیں۔

عام طور دنیا کے عوام کو بھارت کا جو روپ نظر آتا ہے اس میں بھارت کی بے مثال معاشی ترقی اور سیاحوں کو نظر آنے والی اس کی ثقافت شامل ہے۔ لیکن یوں لگتا ہے کہ بھارت کی معاشی اور جمہوری ترقی کے باوجود وہاں کا معاشرہ اب بھی سخت قدامت پرستی، طبقاتی کشمکش، نسل پرستی اور عدم مساوات کی جکڑ میں ہے۔ ان معاملات کا اعتراف خود بھارت کے معزز شہری اور نوبل انعام یافتہ ماہرِ معاشیات ''امرتیا سین'' نے اپنی اہم کتاب The Argumentative Indian میں کیا ہے۔ بھارت میں اب بھی لڑکی کی پیدائش معیوب سمجھی جاتی ہے اور جدید سائنس کی مدد سے بچی کی جنس انداز ہ کرنے کے بعد اسقاطِ حمل کے واقعات بھی عام ہو رہے ہیں۔

بھارتی جمہوری اقدار اور سیکولر نظام کے باوجود وہاں آزادیء اظہار مکمل طور پر موجود نہیں ہے۔ جس کی مثال سلمان رشدی کی کتاب اور خطاب پر پابندی، ممتاز مصور ایم ایف حسین کی مذہبی قدامت پرستی کے نتیجہ میں خود ساختہ جلا وطنی اور بھارت سے باہر انتقال، کینیڈا کی فلمساز دیپا مہتا کی مختلف فلموں کے خلاف پابندیاں، اور ممتاز عمل پرست ارون دتی رائے کی مخالفت شامل ہے۔

اگر ہم غور کریں تو نظر آئے گا کہ بولی ووڈ کی بڑی فلموں میں ہمیں بھارت کا جو خوبصورت رنگ نظر آتا ہے وہ تصویر کا صرف ایک رخ ہے۔ بھارت کی عام فلموں میں وہاں کی خواتین کے ساتھ ہتک آمیز رویہ اور ان کے خلاف بازاری نعرہ بازی ہماری نظروں سے اوجھل رہتی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بھارت کے اہم فلمسازوں مثلاً شیام بینیگل، نصیر الدین شاہ، اور شبانہ اعظمی وغیرہ کی فلموں میں ہمیں بھارت کا وہ رخ نظر آتا ہے جس کے خلاف یہ لوگ اپنے فن کے ذریعہ سے احتجاج کرتے نظر آتے ہیں۔

بھارت کی ایک بیٹی کی آبروریزی اور اس کی موت کے بعد بھارت کا جو رخ نظر آیا ہے وہ ہم جیسے عمل پرستوں کو جو عموماً بھارت کی حمایت کرتے رہے ہیں، مجبور کرتا ہے کہ ہم بھارت کو درپیش سماجی مسائل کو بھی اجاگر کریں اور ان کی آواز میں آواز ملائیں جو نہایت دل گرفتگی کے ساتھ بھارت میں مکمل سیکولرزم، عورتوں کے حقوق اور ان کے تحفظ کی جدوجہد کر رہے ہیں۔